گورنر پنجاب کا قتل

اصل محرکات پر توجہ دی جائے

محمد احمد ترازی ☆

۴ جنوری ۲۰۱۱ء کی سہ پہر گورنر پنجاب سلمان تاثیر کو اسلام آباد کی کوہسار مارکیٹ کے قریب اُس وقت ایلیٹ فورس کے ایک گارڈ ملک ممتاز حسین قادری نے قتل کر دیا، جب وہ ایک ریستوران سے کھانا کھا کر اپنی گاڑی میں سوار ہو رہے تھے، میڈیا رپورٹ کے مطابق ایلیٹ فورس کے اہلکار نے گورنر پنجاب کو ۲۷ گولیاں ماریں، پھر اپنی گن زمین پر رکھ کر خود کو گرفتاری کیلئے پیش کر دیا، گورنر پنجاب کو قتل کرنے والے گارڈ ملک ممتاز حسین قادری کا کہنا تھا کہ سلمان تاثیر نے توہین رسالت کے قانون کو کالا قانون کہا تھا، وہ توہین رسالت ﷺ کے مرتکب ہوئے، اُن کی گستاخِ رسول آسیہ مسیح کے ساتھ [illegible] دی [illegible] ر پھانسی سے بچانے کی کوشش پر مجھے شدید رنج پہنچا تھا، اس لئے میں نے گورنر کے قتل کا منص[illegible] بنایا، مجھے اپنے کئے پر کوئی ندامت نہیں، گارڈ ملک ممتاز حسین قادری کا یہ بھی کہنا تھا کہ اُس کا کسی تنظیم سے کوئی تعلق نہیں، اُس نے غلامی رسول ﷺ میں یہ خون کیا ہے کہ سرکار ﷺ مجھے اپنی غلامی میں قبول کر لیں۔ موقع پر موجود ایک عینی شاہد کے مطابق ملک ممتاز حسین قادری نے سلمان تاثیر کو مارنے کے بعد اللہ اکبر، کا نعرہ لگایا اور گن زمین پر رکھتے ہوئے کہا کہ یہ شخص گستاخ رسول تھا اسی لئے واجب القتل تھا، گستاخ رسول کی یہی سزا ہے، موقع پر موجود سب لوگ دیکھ لیں کہ میں نے گورنر کے علاوہ کسی کو جانی نقصان نہیں پہنچایا۔

سب جانتے ہیں کہ گورنر پنجاب سلمان تاثیر نے ۲۰ نومبر ۲۰۱۰ء کو توہین رسالت کی مرتکب آسیہ مسیح سے شیخوپورہ ڈسٹرکٹ جیل میں ملاقات کی تھی اور آسیہ مسیح کے ہمراہ پریس

☆ محقق، مصنف، صحافی

کانفرنس کرتے ہوئے کہا تھا کہ وہ بے گناہ ہے اور وہ صدر سے آسیہ مسیح کی سزا معاف کرانے کی سفارش کرینگے. جبکہ آسیہ مسیح کو توہین رسالت کے جرم میں ننکانہ صاحب کی مقامی عدالت سزائے موت سنا چکی ہے، سلمان تاثیر کی جانب سے یہ کہنے کے بعد کہ وہ صدر زرداری سے آسیہ مسیح کو معاف کرنے کی درخواست کریں گے، مذہبی رہنماؤں نے گورنر پنجاب کو گستاخِ رسول قرار دیا تھا، سلمان تاثیر نے جیل میں آسیہ سے ملاقات کے بعد میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے یہ بھی کہا تھا کہ آسیہ مسیح غریب اور اقلیتی برادری سے تعلق رکھتی ہے، اُس کی سزا معاف کر دینی چاہئے، اُن کا کہنا تھا کہ آسیہ مسیح نے اس بات سے انکار کیا ہے کہ اُس نے اسلام یا حضرت محمد ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے، بلکہ انہوں نے الزام لگایا کہ دیہاتیوں نے آسیہ کے ساتھ زیادتی کرنے اور گلیوں میں گھسیٹنے کیلئے گھر تک اُس کا پیچھا بھی کیا ہے، سلمان تاثیر کا کہنا تھا، کہ وہ عدالتی کاروائی میں مداخلت نہیں کرنا چاہتے، تاہم وہ ہر ممکن کوشش کریں گے کہ آسیہ کو اس جرم میں سزا نہ ملے جو اس نے کیا ہی نہیں۔

اس گفتگو کے دو دن بعد ایک نجی ٹی وی چینل کو انٹرویوں دیتے ہوئے انہوں نے کہا تھا کہ پاکستان کا ''توہین رسالت قانون'' انسان کا بنایا ہوا ہے، خدا کی طرف سے نہیں ہے، انہوں نے الزام لگایا کہ اُن کی آسیہ مسیح کے ساتھ ملاقات کو مذہبی رہنماؤں کی جانب سے سیاسی رنگ دیا جا رہا ہے تاکہ عوام کو اُن کے خلاف کیا جاسکے، اُن کیلئے یہ ایشو اس حوالے سے اہم ہے کہ توہین رسالت قانون پر نظر ثانی کی جائے، انہوں نے کہا کہ میں نے جامع تحقیقات کرائی ہیں، جس سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ آسیہ کے خلاف اس قانون کا غلط استعمال کیا گیا ہے، یہ بات بھی ریکارڈ پر موجود ہے کہ سلمان تاثیر نے توہین رسالت کی مرتکب آسیہ مسیح کے حق میں ایک سے زیادہ بیانات جاری کیے، اُن کے اس طرز عمل پر عوام اور دینی حلقوں میں شدید غم و غصے کی کیفیت پائی جاتی تھی، اسی وجہ سے وہ دینی اور مذہبی حلقوں میں متنازعہ شخصیت بن کر ابھرے تھے۔

گورنر سلمان تاثیر کے اسلام اور اسلامی تعلیمات کے خلاف انہی متنازعہ اور دل

آزار خیالات اور آسیہ مسیح سے ملاقات کے بعد مذہبی رہنماؤں نے انہیں شدید تنقید کا نشانہ بنایا اور کہا کہ اگر صدر نے توہین رسالت کی ملزمہ کو معافی دی تو اُن کے خلاف ملک بھر میں شدید احتجاج کیا جائے گا، توہین رسالت قانون کی حامی مذہبی جماعتوں کے اتحاد، تحریک ناموس رسالت ﷺ نے تو صدر زرداری سے توہین رسالت قانون کے خلاف سخت بیانات دینے پر گورنر پنجاب کو برطرف کرنے کا مطالبہ بھی کیا اور ۳۱ دسمبر ۲۰۱۰ء کی تاریخی ملک گیر ہڑتال کر کے ثابت کر دیا کہ مسلمانان پاکستان کیا چاہتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ حضور ختمی المرتبت ﷺ کی عزت و ناموس پوری کائنات کے لئے سرمایہ حیات ہے، اس قیمتی متاع کا تحفظ ہر مسلمان اپنی جان سے زیادہ ضروری سمجھتا ہے، دنیا بھر کے مسلمان بلاتفریق رنگ ونسل اور زبان علاقہ اس معاملہ میں "بنیان مرصوص" کی طرح ہیں، کیونکہ یہی اُن کے ایمان کا تقاضہ ہے، یہی وجہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی کے ساتھ والہانہ عشق کے تقاضے کے حوالے سے وہ ناموس رسالت ﷺ کے مسئلے میں انتہائی جذباتی نظر آتے ہیں. اور آخر کیوں نہ ہوں کہ ایک پکا اور سچا مسلمان اس کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ اختیار کر ہی نہیں سکتا. ایک مسلمان اپنے آقا و مولا ﷺ کے نام و ناموس پر مرمٹنے اور اُس کی خاطر دنیا کی ہر چیز قربان کرنے کو اپنی زندگی کا ماحصل سمجھتا ہے، ہماری اس بات پر تاریخ کی کسی جرح سے نہ ٹوٹنے والی ایسی شہادتیں موجود ہیں جو ایک مسلمہ حقیقت بن چکی ہیں، تاریخ گواہ ہے کہ جہاں بھی مسلمانوں کو اقتدار حاصل رہا، وہاں کی عدالتیں شاتمان رسول کو سزائے موت کا فیصلہ سناتی رہیں، لیکن اس کے برعکس جب کبھی یا جہاں کہیں اُن کے پاس حکومت نہیں رہی، وہاں جانثاران تحفظ ناموس رسالت ﷺ نے غیر مسلم حکومت کے رائج قوانین کی پرواہ کئے بغیر گستاخان رسول کو کیفر کردار تک پہنچایا اور خود ہنستے ہوئے تختہ دار پر چڑھ گئے۔

یہی وہ حقائق ہیں جس کی وجہ سے اسلام کے نام پر معرض وجود میں آنے والے پاکستان کے مسلمان ناموس رسالت کے حوالے سے بہت حساس واقع ہوئے ہیں اور نبی مکرم ﷺ کی شان میں ادنیٰ سے ادنیٰ گستاخی کو بھی ہرگز برداشت کرنے کو تیار نہیں

ہیں ، ایک مسلمان اس حوالے سے کس قدر جذباتی ہوتا ہے ، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جرمنی میں جب ایک شخص نے خاکوں کی صورت میں توہین رسالت ﷺ کی جسارت کی، تو وہاں زیرِ تعلیم راولپنڈی سے تعلق رکھنے والے عامر چیمہ نے اُس پر قاتلانہ حملہ کیا لیکن وہ بال بال بچ گیا، جس کے بعد عامر چیمہ کو پراسرار انداز میں دوران حراست شہید کر دیا گیا ، جب عامر چیمہ کی لاش پاکستان پہنچی تو اُس کی شہادت پر ہزاروں لوگوں نے اُس کے گھر پہنچ کر عامر چیمہ کے والد کو بیٹے کی شہادت پر نہ صرف مبارکباد دی ، بلکہ جس محلے میں عامر چیمہ شہید کی رہائش تھی ، اُس کی قریب واقع چوک کا نام عامر چیمہ شہید چوک رکھ دیا، لوگ آج بھی اس نوجوان سے اپنی محبت اور عقیدت کا اظہار کرتے ہیں اور اُسے شہید ناموس رسالت ﷺ قرار دیتے ہیں۔

قارئین محترم ! برصغیر پاک وہند میں توہین رسالت ﷺ کے ارتکاب کرنیوالوں کے محاسبے کا سلسلہ بہت پرانا ہے، تقسیم ہند سے پہلے لاہور میں راج پال نام کے ایک ہندو نے توہین رسالت کا ارتکاب کیا تو لاکھوں مسلمان سڑکوں پر نکل آئے تھے ، ایک انگریز مجسٹریٹ نے جب راج پال کو رہا کر دیا تو مسلمانوں کا غم وغصہ اپنے عروج پر پہنچ گیا، بہت سے لوگوں نے راج پال کو قتل کرنے کی نیت کی لیکن یہ سعادت ایک ایسے نوجوان کے حصے میں آئی جو ایک بڑھئی کا بیٹا تھا، علم دین نامی نوجوان نے راج پال کو چھریوں کے پے درپے وار کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا، بعد میں علم دین پر مقدمہ چلایا گیا، قائداعظم محمد علی جناح نے علم دین کا مقدمہ لڑا، بلکہ مفکر پاکستان علامہ اقبال نے اُس کی رہائی کیلئے مہم چلائی، لیکن انگریز عدالت نے علم دین کو پھانسی کی سزا دی، جسے اس بہادر سپوت نے خوشدلی سے قبول کیا اور تختہ دار پر جھول گیا، علم دین شہید زندگی کے آخری سانس تک اس بات پر فخر محسوس کرتا رہا کہ اُس نے ایک گستاخِ رسول کو واصل جہنم کر کے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنی عقیدت اور محبت کا اظہار کیا ہے، آج بھی علم دین کو غازی علم دین شہید کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور اقبال کے یہ خراج عقیدت ''اسی نہ گلاں کردے رہے، ترکھاناں دا منڈا بازی لے گیا''، تاریخ کا حصہ ہے۔

خیال رہے کہ غازی علم دین شہید کے جسد خاکی لیجانے کیلئے اپنے گھر سے چارپائی دینے اور نوجوانی میں علامہ اقبال کے قدموں میں بیٹھنے والے انگریزی ادب میں برصغیر کے پہلے پی ایچ ڈی کا اعزاز رکھنے والے ممتاز دانشور وادیب ڈاکٹر محمد دین تاثیر کے بیٹے سلمان تاثیر سے عوام کو یہ توقع نہیں تھی کہ وہ اتنے اہم حساس اور نازک معاملے پر اس قدر غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کریں گے، سلمان تاثیر نے نہ صرف یہ کہ قانون توہین رسالت ﷺ کو کالا قانون کہا اور بنا تحقیق آسیہ مسیح کو بے گناہ قرار دیا، بلکہ عدالتی فیصلے پر تنقید کر کے خود توہین عدالت کے بھی مرتکب ہوئے، انھوں نے اس بات کی بھی پرواہ نہیں کہ کہ اُن کے اس دل آزار، افسوسناک طرز عمل سے ملک کے لاکھوں عوام جو ناموس رسالت ﷺ پر کٹ مرنے کا جذبہ رکھتے ہیں، کے دلوں پر کیا بیتے گی، افسوس کی بات یہ ہے کہ وہ ببانگ دہل ایسے لوگوں کو جوتے کی نوک پر رکھنے کی بات بھی کرتے رہے، جب حکومت کا ایک ایسا ذمہ دار نمائندہ اور صوبے کا آئینی سربراہ جو کہ خود عدالتی فیصلوں پر عمل کرنے اور کرانے کا پابند ہو، اسلامیان، پاکستان کے جذبات کو برانگیختہ کرنے والے بیانات دے گا، دین ومذہب کی تعلیمات کے خلاف دل آزار باتیں کرے گا تو اسلام اور ذات رسالتمآب ﷺ سے عشق رکھنے والوں کا مشتعل ہونا اور بھڑکنا ایک فطری عمل ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ سابق فوجی آمر کے نامزد کردہ گورنر سلمان تاثیر جنہیں صدر آصف زرداری نے اس منصب پر برقرار رکھا، کی تبدیلی کا مطالبہ وزیر اعلیٰ پنجاب کی جانب سے کئی مرتبہ کیا گیا، لیکن ایوان صدر کی حمایت ہونے کی وجہ سے وہ مرتے دم تک اپنے عہدے پر برقرار رہے۔ سلمان تاثیر کے بارے میں یہ بھی گمان کیا جاتا ہے کہ انہیں اس معاملے میں امریکہ کی سرپرستی حاصل تھی، یہ بات بھی نوٹ کرنے والی ہے کہ امریکی حکام نے توہین رسالت قانون 295 سی ، قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے والی ترمیم اور امتناع قادیانیت آرڈیننس کو ختم کرانے کے لئے کئی بار کوششیں کیں، کیونکہ یہ قوانین امریکہ، امریکی حواریوں اور قادیانی لابی کے سینوں میں نیزے کی انی کی طرح کھٹکتے ہیں، امریکی صدر سے لے کر امریکی سفیر تک ہر ایک کی یہی کوشش ہوتی

ہے کہ یہ قوانین ختم کر دیئے جائیں تاکہ دشمنان اسلام کو شان رسالت مآب ﷺ میں توہین وتحقیر کا کھلا لائسنس مل جائے، لیکن عوامی ردعمل کو دیکھتے ہوئے کسی بھی حکومت کو یہ جرات نہ ہو سکی کہ ان قوانین میں چھیڑ چھاڑ کر سکے، یہ بات بھی ریکارڈ کا حصہ ہے کہ بعض حکومتی ذمہ دار، این جی اوز اور نام نہاد سیکولر ذہن لوگ بڑے زور سے مسلسل ان قوانین کی مخالفت کرتے رہے ہیں، جس کی وجہ سے مسلمانوں کے جذبات بھڑکتے رہے، جس کا منطقی نتیجہ یہ نکلا کہ جن لوگوں کے ذمے سلمان تاثیر کی سیکورٹی تھی انہی میں سے ایک شخص نے سلمان تاثیر کو گولیاں مار کر قتل کر دیا۔

آج مغربی میڈیا یہ پروپیگنڈا کر رہا ہے کہ پاکستان میں مذہب کے نام پر اختلاف کی گنجائش ختم ہو چکی ہے، حکمران جماعت کے لوگ یہ تاثر دینے کوشش کر رہے کہ سلمان تاثیر کا قتل مذہبی تشدد کا شاخسانہ اور بڑھتے ہوئے مذہبی جنون کی علامت ہے، ہمارے خیال میں یہ پروپیگنڈا قطعاً غلط ہے، ہم مانتے ہیں کہ ماورائے آئین اقدامات کی کسی طور حوصلہ افزائی اور حمایت نہیں کی جاسکتی، لیکن جب ریاست اپنے فرائض سے غفلت برتے اور ریاستی ذمہ داران موجود قانون اور اُس قانون کے تحت دیئے گئے عدالتی فیصلوں کا احترام اور پاسداری نہ کریں، قانون کا مذاق اڑائیں، مجرموں کی وکالت کریں، عوام کے مذہبی جذبات واحساسات سے کھیلیں اور اس قانون کے خلاف اعلان جنگ کریں جس کا مقصد ذات رسالت مآب ﷺ اور مقدس شخصیات کی تحریم وتکریم کے ساتھ ملک کا استحکام، معاشرے کی بقاء اور فرد کا تحفظ اور سلامتی ہو، تو پھر ملک میں غازی علم الدین اور ممتاز حسین قادری جیسے لوگوں کو پیدا ہونے سے کون روک سکتا ہے، آج گورنر پنجاب کا قتل ناموس رسالت قانون کی ضرورت واہمیت اور افادیت کو ثابت کرتا ہے، ریاست اور معاشرے کے استحکام اور بقاء کیلئے ضروری ہے کہ اس کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت بالکل اسی طرح کی جائے جس طرح جغرافیائی سرحدوں کی جاتی ہے۔ جمعیت علماء پاکستان کے صدر اور تحریک تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے کنوینر ڈاکٹر ابو الخیر محمد زبیر کا یہ مطالبہ قابل توجہ ہے کہ عدالت اس معاملے کی تحقیقات کرے کہ گورنر پنجاب کا قتل کس جذبے

کے تحت کیا گیا، لہٰذا سوچنا ہو گا کہ وہ کیا عوامل تھے جو ایک ایسے نوجوان جس کی ایک سال قبل شادی ہوئی، جس کا دو ماہ کا بیٹا ہے، جو پانچ بہنوں کا بھائی اور جس کا باپ ایک معمولی راج مستری کا کام کرتا ہے، کو حالات اس نہج پر لے گئے کہ اس نے قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لیا، حکومت کو چاہئے کہ وہ اس معاملے کو سیاسی رنگ دینے کی بجائے اصل اسباب ومحرکات پر توجہ دے اور آئندہ لوگوں کو اس راہ پر چلنے سے بچانے کے لئے کسی بھی ایسی ترمیم سے گریز کرے، جس کا مقصد توہین رسالت ﷺ کے مجرموں کو بچانا یا فائدہ پہنچانا ہو۔

امر واقعہ یہ ہے کہ ملک ممتاز حسین قادری کا اعترافی بیان اور میڈیا سے کی گئی گفتگو صاف ظاہر کرتی ہے کہ اس کا عمل عشق رسول ﷺ اور جذبہ ایمانی کا مظہر ہے، جو کہ خالصتاً ایک مذہبی معاملہ ہے، جسے حکومت سیاسی رنگ دے کر اس قانون میں ممکنہ ترمیم کے خلاف مذہبی جماعتوں کے اتحاد کے نتیجے میں بیدار ہونے والی تحریک کو سبوتاژ کرنا چاہتی ہے اور ناموس رسالت ﷺ کی حفاظت کے لئے کٹ مرنے کے اس ایمانی جذبے کو سرد کرنا چاہتی ہے جو ممتاز حسین قادری کے عمل سے اسلامیان پاکستان کے دلوں میں ایک بار پھر زندہ جاوید ہو گیا ہے، حکومت چاہتی ہے کہ کسی طرح اس قتل کو سیاسی رنگ دے کر سارا ملبہ پنجاب حکومت پر ڈال دیا جائے، مقاصد خواہ کچھ بھی ہوں، لیکن ہر پاکستانی عاشق رسول ﷺ یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ سلمان تاثیر کے قتل کا اصل محرک کیا ہے، ایک طرف جہاں عوامی رائے عامہ سمیت موبائل پیغامات، فیس بک اور نیٹ پر موجود مواد اس بات کی گواہ ہیں، تو دوسری طرف علماء کا نماز جنازہ پڑھانے سے انکار، مختلف شہروں میں ممتاز حسین قادری کی رہائی کے لئے ہونے والے مظاہرے، خاندان کی کفالت اور دو کروڑ کے انعام کا اعلان، عدالت میں پیشی کے وقت عوام اور وکلاء کا ہار پھولوں کے ہاروں اور عقیدتی بوسوں سے والہانہ استقبال، اللہ اکبر، نعرہ رسالت کے فلک شگاف نعرے اور متعدد تنظیموں سمیت سینکڑوں وکلاء کا ممتاز حسین قادری کا مقدمہ لڑنے کا اعلان اس بات کا اظہار ہے کہ وہ مسلمانان پاکستان کی نظر میں کوئی مذہبی جنونی اور دہشت گرد مجرم نہیں بلکہ ایک ایسا مجاہد ہے جس نے اُن کے جذبہ ایمانی کو تازگی اور نئی حرارت

بخشی ہے، اسلامیان پاکستان سمجھتے ہیں کہ ملک ممتاز حسین قادری آج کا غازی علم دین ہے جس نے غازی مرید حسین، غازی عبدالقیوم، غازی عبدالمنان، غازی میاں محمد، غازی احمد دین، غازی معراج الدین، غازی فاروق، غازی حاجی محمد مانک اور غازی عامر چیمہ شہید جیسے مجاہدوں (جنھوں نے راجپال، سوامی شردھانند، نتھورام، چینچل سنگھ، کھیم چند، پالا ملک، بھیشو، چرن داس، ویدا سنگھ، ہردیال سنگھ، نعمت احمد قادیانی، عبدالحق قادیانی جرمن اخبار کے ایڈیٹر جیسے مرتدوں کو واصل جہنم کیا) کی سنت کو زندہ کر کے ملت اسلامیہ کے جذبات کی ترجمانی کی اور یہ ثابت کر دیا کہ پاکستانی مسلمان بہت کچھ برداشت کر سکتے ہیں، لیکن شاتمان رسول ﷺ اور ان کے حمایتوں کو کسی طور بھی برداشت نہیں کر سکتے۔

بتلا دو گستاخِ نبی ﷺ کو غیرتِ مسلم زندہ ہے
اُن پر مر مٹنے کا جذبہ کل بھی تھا اور آج بھی ہے

(۱۱، ۱۲ جنوری ۲۰۱۱ء روزنامہ الشرق لاہور)

امام مالک نے ارشاد فرمایا جو شخص حضورِ اکرم ﷺ یا کسی نبی کو گالی دے اسے قتل کیا جائے اور اس کی توبہ قبول نہ کی جائے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر۔

ہم پاکستانی غریب ہیں، کمزور ہیں، جاہل ہیں، بے زر ہیں اور بے مایہ ہیں لیکن ہمارے پاس عشق رسول، غیرتِ ایمانی اور حمیتِ اسلامی کا فقید النظیر سرمایہ ہے۔

گورنر کا جنازہ!

جس نے حق و باطل کے درمیان فیصلہ کر دیا

محمد نوید شاہین ☆

"حق و باطل کے درمیان فیصلہ جنازے کرتے ہیں" امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فکر انگیز قول آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ آئیے! اس قول کی روشنی میں گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے جنازے کو دیکھتے ہیں اور فیصلہ میں آپ پر چھوڑتا ہوں ۱۴ جون ۲۰۰۹ء کو ضلع ننکانہ صاحب کے ایک نواحی گاؤں اٹانوالی میں عیسائی مذہب کی مبلغہ آسیہ مسیح نے قرآن مجید اور حضور نبی کریم ﷺ کی شانِ اقدس میں نہایت نازیبا، دل آزار اور گستاخانہ کلمات کہے جن کو دہرانے کی میرا قلم اجازت نہیں دیتا۔ آسیہ مسیح کے شوہر عاشق مسیح نے فوری طور پر وفاقی وزیر اقلیتی اُمور شہباز بھٹی سے رابطہ کیا جن کی مداخلت سے کئی دن تک ملزمہ کے خلاف پرچہ درج نہ ہو سکا۔ وفاقی وزیر کی اس حرکت سے علاقہ بھر میں غم و غصے کی لہر دوڑ گئی۔ بالآخر ۱۹ جون ۲۰۰۹ء کو آسیہ مسیح کے خلاف تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295-سی کے تحت ایف آئی آر نمبر ۳۲۶ درج کر لی گئی۔ ملزمہ کو گرفتار کر کے حفاظتی اقدام کے طور ڈسٹرکٹ جیل شیخوپورہ بھیج دیا تھا۔ اہم بات یہ ہے کہ اس کیس کی تفتیش پنجاب پولیس میں نیک نامی اور دیانت داری کی مثالی شہرت رکھنے والے جناب سید محمد امین بخاری ایس پی شیخوپورہ نے کی، جنہوں نے ۲۶ جون ۲۰۰۹ء کو ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۱۶۱ کے تحت آسیہ مسیح کا بیان ریکارڈ کیا اور نہایت جانفشانی، غیر جانبداری اور شفاف طریقے سے اس کیس کے تمام پہلوؤں کی مکمل تفتیش کرتے ہوئے آسیہ مسیح کو واقعی ملزمہ قرار دیا اور اپنی رپورٹ میں لکھا کہ ملزمہ آسیہ مسیح کا حضور نبی کریم ﷺ کی شان میں اور قرآن مجید کے متعلق گستاخانہ

☆ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ

باتیں کرنا ثابت ہوا ہے۔ ملزمہ نے یہ تمام باتیں نہ صرف تسلیم کیں ہیں بلکہ اپنی غلطی کی معافی بھی مانگی ہے۔

اس مقدمہ کی سماعت ایڈیشنل سیشن جج ننکانہ صاحب جناب محمد نوید اقبال کی عدالت میں ہوئی۔ ملزمہ کی طرف سے اکبر منور درانی ایڈووکیٹ، طاہر گل صادق ایڈووکیٹ، چوہدری ناصر انجم ایڈووکیٹ، جسٹن گل ایڈووکیٹ، طاہر بشیر ایڈووکیٹ، ایرک جون ایڈووکیٹ، منظور قادر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ، جبکہ استغاثہ کی طرف سے میاں ذوالفقار علی ایڈووکیٹ پیش ہوئے۔ تقریباً ڈیڑھ سال تک اس مقدمہ کی سماعت ہوتی رہی۔ ۸ نومبر ۲۰۱۰ء کو اس مقدمہ کا فیصلہ سناتے ہوئے ایڈیشنل سیشن جج نے جرم ثابت ہونے پر ملزمہ آسیہ مسیح کو تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295/C کے تحت سزائے موت کا مستحق قرار دیتے ہوئے اپنے فیصلہ میں لکھا:

''یہاں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اس گاؤں میں عیسائی حضرات کی ایک کثیر تعداد مسلمانوں کے ساتھ کئی نسلوں سے آباد ہے لیکن ماضی میں اس قسم کا کبھی کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔ مسلمان اور عیسائی دونوں ایک دوسرے کے مذہبی جذبات اور اعتقادات کے سلسلے میں برداشت اور رواداری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اگر توہین رسالت ﷺ کا اس قسم کا کوئی واقعہ پہلے کبھی اس گاؤں میں پیش آیا ہوتا، تو یقیناً فوجداری مقدمات اور مذہبی جھگڑے اس گاؤں میں پہلے سے موجود ہوتے۔ لہٰذا اس دفعہ یقیناً توہین رسالت ﷺ کا ارتکاب ہوا ہے۔ جس کے باعث مقدمہ درج ہوا اور عوامی اجتماع منعقد ہوا اور یہ معاملہ اس قصبے اور اِردگرد میں موضوعِ بحث بن گیا۔

یہاں یہ ذکر کرنا بھی مناسب ہوگا کہ نہ تو ملزمہ خاتون نے اپنی صفائی میں کوئی شہادت پیش کی، اور نہ ہی دفعہ 340(2)، ضابطہ فوجداری کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے اوپر لگائے گئے الزامات غلط ثابت کیے۔ مندرجہ بالا بحث کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ استغاثہ نے اس مقدمہ کو کسی شک و شبہ سے بالاتر ثابت کر دیا ہے۔ تمام استغاثہ گواہان نے استغاثہ کے مؤقف کی متفقہ اور مدلل انداز میں تائید و تصدیق کی ہے۔ استغاثہ گواہان اور

ملزمہ، اُن کے بزرگوں، یا ان کے خاندانوں میں کسی دشمنی کا وجود نہیں پایا جا سکا۔

لہٰذا ملزمہ خاتون کو ناجائز طور پر اس مقدمہ میں ملوث کیے جانے کا قطعاً کوئی امکان نہیں۔ ملزمہ کو اس مقدمہ میں کوئی رعایت دیے جانے کا بھی کوئی جواز موجود نہیں۔

لہٰذا میں، ملزمہ مسماۃ آسیہ بی بی زوجہ عاشق کو زیر دفعہ 295/C تعزیرات پاکستان موت کی سزا کا مجرم ٹھہراتا ہوں۔''

اس فیصلہ کے خلاف دنیا بھر کی سیکولر لابیاں، نام نہاد ''انسانی حقوق'' کی تنظیمیں اور عیسائی نمائندے میدان میں آ گئے۔ عیسائی پوپ بینڈکٹ نے آسیہ ملعونہ کے دفاع میں احتجاج کرتے ہوئے اس فیصلہ کی مذمت کی اور کہا کہ وہ ایسے کسی فیصلے پر عملدرآمد نہیں ہونے دیں گے۔ پوپ نے ویٹی کن میں منعقدہ خصوصی دعائیہ تقریب میں آسیہ مسیح کی رہائی کے لیے نہ صرف اس کا نام لے کر دعا کرائی بلکہ صدرِ پاکستان سے بھی اپیل کی کہ اس کی سزا معاف کی جائے۔ انہوں نے حکومتِ پاکستان سے یہ بھی مطالبہ کیا کہ قانون توہینِ رسالت کو فوری طور پر ختم کیا جائے۔ پوپ کے بیان کے بعد ۲۰ نومبر ۲۰۱۰ء کو گورنر پنجاب سلمان تاثیر عدالت سے مجرمہ قرار دی جانے والی خاتون سے ملنے کے لیے فوراً ڈسٹرکٹ جیل شیخوپورہ پہنچے۔ جہاں اُنھوں نے سپرنٹنڈنٹ جیل شیخوپورہ کے وی آئی پی کمرہ میں آسیہ مسیح سے خصوصی ملاقات کی اور اُسے حکومتی سطح پر ہر ممکن امداد کا یقین دلایا۔ وہ گورنر ہاؤس سے اپنے ساتھ آسیہ مسیح کو ملنے والی سزا کی معافی کی ٹائپ شدہ درخواست بھی ہمراہ لائے تھے۔ گورنر سلمان تاثیر نے میڈیا کی موجودگی میں آسیہ مسیح سے کہا کہ یہ آپ کی طرف سے تحریر کردہ درخواست ہے، آپ اس پر دستخط کر دیں تاکہ میں بطور گورنر اس درخواست کو صدر آصف علی زرداری تک پہنچا کر سزا کی معافی ممکن بنوا سکوں۔ سزا کی معافی کے بعد آپ کو یورپ کے کسی ملک میں بھجوا دیا جائے گا۔ اس موقع پر گورنر پنجاب نے پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے ملعونہ آسیہ مسیح کو معصوم قرار دیا اور کہا کہ دنیا کی کوئی طاقت آسیہ مسیح کو سزا نہیں دے سکتی۔ اُنھوں نے کہا کہ قانون توہینِ رسالت ﷺ ایک ''امتیازی، غیر انسانی اور کالا قانون'' ہے، جس کو ہر حالت میں ختم ہونا چاہیے۔ اس پریس کانفرنس کے ذریعے

یورپی ممالک کو یہ پیغام بھی دیا گیا کہ حکومت آسیہ مسیح کو سزا دینے کے حق میں نہیں ہے اور حکومت ایسے تمام قوانین کو بھی ختم کر دے گی جو اقلیتوں کی ”آزادیِ اظہار“ کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ معتبر ذرائع کے مطابق گورنر پنجاب سلمان تاثیر نے ایڈیشنل سیشن جج جناب محمد نوید اقبال، جنہوں نے شانِ رسالت ﷺ میں گستاخی کا جرم ثابت ہونے پر آسیہ مسیح کو سزائے موت سنائی تھی، کو ٹیلی فون کیا اور نہایت غلیظ زبان استعمال کی۔ اس کے بعد وہ آئے روز مختلف ٹی وی چینلز پر برملا کہتے رہے کہ قانون توہینِ رسالت ضیاء الحق کے دور میں انسانوں کا بنایا ہوا ”کالا قانون“ ہے، اسے ختم ہونا چاہیے۔ یاد رہے کہ سلمان تاثیر اس سے پہلے بھی قانون توہینِ رسالت ﷺ کے خاتمہ کے لیے کئی بار متنازعہ اور اشتعال انگیز بیانات دے چکے تھے۔ اس کے ردِعمل میں دی یونیورسٹی آف فیصل آباد سے ٹیکسٹائل انجینئرنگ میں تیسری پوزیشن حاصل کرنے والے، نیک بخت طالبِ علم صاحبزادہ عطا الرسول مہاروی نے ۱۶ نومبر ۲۰۰۹ء کو یونیورسٹی کے سالانہ کانووکیشن میں مہمان خصوصی گورنر پنجاب سلمان تاثیر سے احتجاجاً براؤنز میڈل وصول کرنے سے انکار کیا اور حقارت سے کہا کہ آپ نہ صرف گستاخانِ رسول کی سرپرستی کرتے ہیں، بلکہ توہینِ رسالت ایکٹ 295/C کو ظالمانہ اور ختم کرنے کے بیانات بھی جاری کرتے ہیں۔ اس طرح آپ بذاتِ خود توہین رسالت ﷺ کے مرتکب ہوئے ہیں، لہٰذا آپ سے میڈل وصول کرنا میں گناہ سمجھتا ہوں۔

۳۰ نومبر ۲۰۱۰ء کو ملک کے جید علماءِ کرام نے قانون توہینِ رسالت کو ”کالا قانون“ کہنے اور ملعونہ آسیہ مسیح کی بے جا حمایت و سرپرستی کرنے پر سلمان تاثیر کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔ اسی دن پیپلز پارٹی کی رکن قومی اسمبلی و سابق وفاقی وزیر اطلاعات و نشریات شیری رحمان نے قانون توہینِ رسالت ایکٹ کو ختم کرنے کا بل اسمبلی سیکرٹریٹ میں جمع کرایا۔ اس سے اگلے روز صدرِ پاکستان آصف علی زرداری نے وفاقی وزیر اقلیتی اُمور شہباز بھٹی مسیح کی سربراہی میں اراکین اسمبلی پر مشتمل ۹ رکنی کمیٹی تشکیل دی جو قانون توہین رسالت ﷺ کو ختم کرنے کے حوالے سے ایک ماہ کے اندر حکومت کو اپنی سفارشات پیش کرے گی۔

۴ جنوری ۲۰۱۱ء کو گورنر سلمان تاثیر کو ان کے سرکاری محافظ غازی ملک ممتاز حسین قادری نے فائرنگ کر کے قتل کر دیا۔ واقعات کے مطابق گورنر پنجاب، اسلام آباد کے سیکٹر F6II کی کہسار مارکیٹ میں واقع ایک مہنگے ریسٹورنٹ میں اپنے کاروباری دوست شیخ وقاص کے ساتھ کھانا کھا کر واپس اپنی گاڑی کی طرف آرہے تھے کہ ان کے سرکاری محافظ غازی ملک ممتاز حسین قادری نے ان پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی جس پر وہ شدید زخمی ہو گئے۔ انھیں فوری طور پر پولیس کی گاڑی میں ڈال کر پولی کلینک لے جایا گیا لیکن وہ راستے میں ہی دم توڑ گئے۔ غازی ملک ممتاز حسین قادری نے موقع پر خود کو پولیس کے حوالے کر دیا۔ گرفتاری کے وقت وہ حیران کن حد تک نہایت پرسکون اور مطمئن نظر آرہا تھا۔ اس نے ابتدائی تحقیقات میں اعتراف کیا کہ ”گورنر پنجاب نے قانون توہینِ رسالت کو ”کالا قانون“ قرار دیا تھا، اسی لیے گستاخِ رسول ﷺ کی سزا موت ہے۔ سلمان تاثیر گستاخِ رسول ﷺ تھا۔ اس نے چونکہ قانون توہینِ رسالت ﷺ کے تحت عدالت سے سزا پانے والی ملعونہ آسیہ مسیح کو بچانے کا عندیہ دے کر خود کو گستاخِ رسول ﷺ ثابت کر دیا تھا۔ اس پر میں نے اپنا فرض پورا کر دیا۔ حضور نبی کریم ﷺ مجھے اپنی غلامی میں قبول کر لیں۔ موت اور زندگی میں کوئی فرق نہیں۔“ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں ”اور اگر اللہ لوگوں میں بعض سے بعض کو دفع نہ کرے تو ضرور زمین پر فساد پیدا ہو جائے مگر اللہ سب جہانوں پر فضل کرنے والا ہے۔“ (البقرہ: ۲۵۱)

اسی روز تمام مکاتبِ فکر کے پانچ سو سے زائد جید علماءِ کرام نے یہ فیصلہ کیا کہ توہینِ رسالت کے جرم میں سزا یافتہ ملعونہ آسیہ مسیح کی حمایت کرنے اور قانون توہینِ رسالت ﷺ کو ”کالا قانون“ کہنے کے باعث سلمان تاثیر کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے اور نہ ہی اس کا افسوس کیا جائے۔ کمشنر لاہور خسرو پرویز نے رات گئے بادشاہی مسجد کے خطیب عبدالخبیر آزاد کو فون کیا اور کہا کہ آپ نے کل ایک بجے سلمان تاثیر کا جنازہ پڑھانا ہے۔ مولانا عبدالخبیر آزاد کو حالات کی سنگینی کا احساس تھا، انھوں نے کمشنر لاہور سے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ وہ شہر سے باہر ہیں اور کل تک واپسی ناممکن ہے۔ لہٰذا ان کے لیے

نمازِ جنازہ پڑھانا ممکن نہیں ہے۔ بعد ازاں اعلیٰ انتظامیہ نے داتا دربار مسجد کے خطیب مولانا محمد رمضان سیالوی سے رابطہ کیا، تو انہوں نے اپنی بیماری کا کہہ کر جنازہ پڑھانے سے معذرت کرلی۔ اس کے بعد گورنر ہاؤس کے اعلیٰ حکام نے گورنر ہاؤس کی مسجد کے خطیب قاری محمد اسماعیل سے رابطہ کیا اور انہیں دھمکی آمیز لہجے میں سلمان تاثیر کی نمازِ جنازہ پڑھانے کا حکم دیا۔ جناب قاری محمد اسماعیل نے نمازِ جنازہ پڑھانے سے صاف انکار کرتے ہوئے کہا کہ اگر آپ مجھے ملازمت سے برخاست کرنا چاہیں تو میں اس کے لیے ذہنی طور پر تیار ہوں مگر میں گستاخِ رسول سلمان تاثیر کا جنازہ نہیں پڑھا سکتا۔ چاروں طرف سے انکار کے بعد اعلیٰ انتظامیہ کی طرف سے نمازِ جنازہ کے لیے محکمہ اوقاف کے متعدد سرکاری علماءِ کرام سے رابطے کیے گئے مگر کسی نے حامی نہ بھری بلکہ اکثریت نے اپنے موبائل فون بند کرلیے۔

ایک چہرہ بھی شناسا نہیں نکلا اُس کا   وہ جو کہتا تھا کہ میری سب سے شناسائی ہے

اس صورتِ حال پر پیپلز پارٹی کی اعلیٰ قیادت بے حد پریشان ہوئی۔ لہٰذا اُنہوں نے فوری طور پر اپنی جماعت سے وابستہ ایک آزاد خیال مولوی افضل چشتی عرف بلّی مار کو جنازے کے لیے بلایا۔ جنازے کے لیے ایک بجے دوپہر کا وقت مقرر کیا گیا تھا لیکن جیالوں کی ہڑبازی، بدنظمی اور مست قلندری کی وجہ سے صفیں ترتیب دینے میں دقت ہو رہی تھی۔ حکومت اور پیپلز پارٹی کے اعلیٰ عہدیدار وقفے وقفے سے جنازہ میں آرہے تھے تاکہ وہ ٹی وی چینلز پر دکھائی دے سکیں۔ وزیر اعظم پاکستان یوسف رضا گیلانی تقریباً ڈیڑھ بجے کے قریب جنازہ میں شرکت کے لیے آئے تو جیالے اپنی موجودگی کا احساس دلانے کے لیے ان پر مکھیوں کی طرح امڈ پڑے جس سے وہاں شدید بدنظمی پیدا ہوئی۔ ان سب چیزوں سے بے نیاز ایک کونے میں وفاقی وزیر قانون بابر اعوان گورنر پنجاب بننے کی افواہ پر پیپلز پارٹی کے کارکنان سے بڑی گرمجوشی سے ہاتھ ملا رہے تھے۔ سپیکر پنجاب اسمبلی رانا محمد اقبال جنازے کے لیے جب گورنر ہاؤس پہنچے تو پیپلز پارٹی کے کارکنان نے نواز شریف کے خلاف شدید نعرے

بازی شروع کردی۔ اس پر وہ قائم علی شاہ وزیر اعلیٰ سندھ کے کہنے پر وہاں سے واپس چلے گئے۔ وفاقی وزیر اطلاعات قمر الزماں کائرہ، سینیئر صوبائی وزیر راجہ ریاض احمد، پیپلز پارٹی پنجاب کے صدر امتیاز صفدر وڑائچ ہنس ہنس کر کارکنان سے مل رہے تھے، جس سے ظاہر ہو رہا تھا کہ انھیں سلمان تاثیر کی موت کا کوئی دکھ نہیں ہوا بلکہ وہ اس کی آڑ میں مخصوص سیاسی مقاصد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اسی اثنا میں تقریباً ایک بج کر ۵۲ منٹ پر سپیکر سے اچانک اللہ اکبر کی آواز سنائی دی۔ جو جہاں کھڑا تھا، جس حالت میں تھا، فوراً ناف پر ہاتھ باندھ لیے۔ ۵ سیکنڈ بعد دوسری اللہ اکبر ہوئی، ۶ سیکنڈ بعد تیسری اللہ اکبر ہوئی اور ۵ سیکنڈ بعد چوتھی بار اللہ اکبر کے بعد السلام علیکم و رحمۃ اللہ کہہ دیا گیا۔ یعنی ۱۵ سے ۲۰ سیکنڈ میں نمازِ جنازہ پڑھا دیا گیا۔ یہ دنیا کا واحد جنازہ تھا کہ جس کے امام کا کچھ پتا نہ تھا کہ وہ کہاں کھڑا ہے؟ دلچسپ بات یہ ہے کہ امام کے آگے بھی تین صفیں تھیں۔ اس نان سٹاپ جنازہ کے بعد افضل چشتی نے دعا مانگی اور کہا یا اللہ! مرحوم کو حضور نبی کریم ﷺ کی شفاعت نصیب فرما۔ حیرانی ہے اس رسولِ معظم ﷺ کی شفاعت طلب کی جارہی تھی کہ جن کی عزت و ناموس کے تحفظ کے لیے بنائے گئے قانون کو سلمان تاثیر ''امتیازی قانون، غیر انسانی قانون'' اور ''کالا قانون'' کہتے رہے۔ اس جنازہ کی خاص بات یہ ہے کہ ایم کیو ایم اور اے این پی ایسی سیکولر جماعتوں کے علاوہ کسی بھی دینی، سیاسی جماعت کے کسی معمولی سے عہدیدار نے بھی شرکت نہیں کی۔ یہاں تک کہ گورنر ہاؤس میں ملازمت کرنے والا کوئی بھی شخص جنازے میں شامل نہیں ہوا۔ عینی شاہدین کا کہنا ہے کہ سلمان تاثیر کے تابوت سے اس قدر بدبو آرہی تھی کہ اس کے قریب کھڑا ہونا محال تھا۔ لہٰذا گورنر ہاؤس کی انتظامیہ نے فوری طور پر تابوت پر خالص عرقِ گلاب اور مختلف قیمتی پرفیومز کا سپرے کیا لیکن اس سے کوئی خاص فرق نہ پڑا۔ بعد ازاں ہیلی کاپٹر کے ذریعے تابوت کیولری گراؤنڈ کے فوجی قبرستان میں لایا گیا، جہاں فوج اور رینجرز کی کڑی نگرانی میں سرکاری اعزاز کے ساتھ رسیوں کی مدد سے اُسے زمین میں اُتارا گیا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر گورنر

سلمان تاثیر عوامی آدمی تھے اور اُنھوں نے گورنر ہاؤس کے لیے دروازے عام لوگوں کے لیے کھول دیے تھے تو انھیں کسی عوامی قبرستان (میانی قبرستان وغیرہ) میں دفن کرنا چاہیے تھا۔ کیولری قبرستان میں جانے کا عام آدمی سوچ بھی نہیں سکتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ عوامی ردِعمل کے پیشِ نظر انھیں کسی ایسے قبرستان میں دفن نہیں کیا گیا، جہاں عوام الناس کا داخلہ ہر وقت عام ہو۔ یاد رہے کہ جنرل یحییٰ خاں کو بھی پورے سرکاری اعزازات کے ساتھ دفن کیا تھا، جس نے پاکستان کو دولخت کرنے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ باقی اس کے کریکٹر کے بارے میں ہر شخص بخوبی جانتا ہے۔ ذرائع ابلاغ کی ایک خصوصی رپورٹ کے مطابق پاکستان بھر کی عیسائی اور قادیانی کمیونٹی نے مقتول گورنر سلمان تاثیر کو اپنا ہیرو قرار دیتے ہوئے پورے ملک کے سینکڑوں گرجا گھروں اور قادیانی عبادت گاہوں میں ان کے لیے پندرہ روز تک دعاؤں کو عبادت کا حصہ بنائے رکھا ہے۔ گورنر کے لیے قادیانی جماعت کی طرف سے ایک بڑا ایوارڈ دینے کا اعلان متوقع ہے جسے گورنر سلمان تاثیر کے صاجزادے شہریار تاثیر لندن میں قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا مسرور احمد سے وصول کریں گے۔ یہاں ایک بات کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ معروف نعت خواں اختر حسین قریشی اور نقیب محفل قاری محمد یونس قادری نے مقتول گورنر کے ایصالِ ثواب کے لیے ہونے والی تقریبات میں شرکت پر علماء کرام کے فتویٰ کے بعد تجدید ایمان کیا اور کہا کہ ہم لاعلمی کے باعث تقریبات میں شریک ہوئے۔ تفصیلات کے مطابق قاری محمد یونس نے گورنر ہاؤس میں سلمان تاثیر کی رسم قُل جبکہ اختر قریشی نے صوبائی وزیر تنویر الاسلام کی رہائش گاہ پر گورنر کے ایصالِ ثواب کی تقریب میں نعت خوانی کی تھی، فتویٰ کی روشنی میں اُنہوں نے جامعہ رسولیہ شیرازیہ میں مولانا راغب نعیمی، ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی اور دیگر علماء کرام اور گواہان کی موجودگی میں اپنی اس حرکت پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی اور تجدید ایمان کیا۔

جنازہ کے موقع پر کئی جیالے سگریٹ نوشی کر رہے تھے۔ ایک بزرگ کے منع کرنے پر اُن کا کہنا تھا کہ وہ سلمان تاثیر کی موت کا غم بھلانے کے لیے ایسا کر رہے

ہیں۔ اس موقع پر پیپلز پارٹی کے اکثر کارکنان سلمان تاثیر کو "شہید" قرار دے کر نعرے بازی کر رہے تھے۔ افسوس! اسلامی تعلیمات سے نابلد ان کارکنوں کو ذرا سا بھی احساس نہیں کہ شہید کسے کہتے ہیں یا شہادت کے عظیم رتبے پر کون کیسے فائز ہوتا ہے۔ 1978ء میں پیپلز پارٹی، مرید کے ضلع شیخوپورہ کے نائب صدر عبدالجبار نے محلے کی ایک نابالغ کمسن لڑکی سے زیادتی کی جس پر وہ جاں بحق ہوگئی۔ اس مقدمہ کی سماعت سرسری فوجی عدالت میں ہوئی۔ ضلعی مارشل لا ایڈمنسٹریٹر کرنل بشیر نے کیس کی مکمل سماعت کے بعد ملزم کو سزائے موت کا حکم سنایا۔ شیخوپورہ جیل سے پھانسی کے بعد جب ملزم عبدالجبار کی میت مرید کے پہنچی تو پیپلز پارٹی کے کارکنان نے مرید کے شہر میں عبدالجبار "شہید" کے بینرز لگائے اور جنازہ پر "تم کتنے جبار مارو گے، ہر گھر سے جبار نکلے گا" کے نعرے لگاتے رہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ۱۹۷۱ء کے انتخابات میں جب الیکشن سرگرمیاں عروج پر تھیں تو ننکانہ صاحب کے قریب ایک معروف قصبہ موڑ کھنڈا میں پیپلز پارٹی کا جلسہ منعقد ہوا۔ اِس جلسہ میں پیپلز پارٹی کے رہنما رانا شوکت محمود کو اس وقت شدید خفت کا سامنا کرنا پڑا جب ایک جیالے نے سپیکر پر نعرۂ تکبیر لگایا تو پنڈال سے بیک زبان زندہ باد کا جواب آیا۔ اِن بیچاروں کو یہ بھی نہیں معلوم کہ نعرۂ تکبیر کا جواب اللہ اکبر ہوتا ہے۔ حال ہی میں وفاقی کابینہ کے ایک اہم اجلاس میں جب وزیر داخلہ عبدالرحمان ملک کو تلاوت قرآن مجید کے لیے کہا گیا تو انہوں نے کوٹ کی جیب سے ایک کاغذ نکالا اور سورہ اخلاص پڑھنا شروع کی اور اُس میں عجیب وغریب الفاظ خلط ملط کر دیے۔ وزیر داخلہ کی بدحواسی پر وزیر اعظم سمیت سب وزرا نے فلک شگاف قہقہے لگائے۔ عبدالرحمان ملک نے دوبارہ تلاوت شروع کی تو وہ پھر غلط پڑھ گئے۔ اِس پر کابینہ کے تمام ارکان نے دوبارہ قہقہے لگانا شروع کر دیے۔ یاد رکھیے کہ سورۂ اخلاص قرآن مجید کی چھوٹی لیکن نہایت اہم سورت ہے جو ہر چھوٹے بڑے مسلمان کو ازبر ہوتی ہے۔ افسوس اس بات پر ہے کہ عبدالرحمان ملک کی اس غلطی پر چاہیے تو یہ تھا کہ کوئی دوسرا رکن تلاوت کر دیتا مگر اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حمام میں سب ننگے ہیں۔ یہ افسوس ناک ویڈیو انٹرنیٹ پر موجود ہے۔

سلمان تاثیر کس قبیل کے آدمی تھے، ان کے شب و روز کس طرح گزرتے تھے؟ اس کی مکمل تفصیلات بھی انٹرنیٹ پر موجود ہیں۔ آپ گوگل (Google) پر سلمان تاثیر لکھ کر سرچ کریں، وہاں آپ کو ایسی رنگین و سنگین تصاویر اور اندرونی داستانیں ملیں گی جن کو دیکھنے سے آپ کے ہوش اُڑ جائیں گے۔ اہم بات یہ ہے کہ سلمان تاثیر کے بیٹے آتش تاثیر نے اپنی کتاب Stranger To History میں اپنے والد پر جو سنگین الزامات عائد کیے ہیں، وہ ہر شخص کی آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہیں۔ یاد رہے کہ گورنر سلمان تاثیر نے معروف بھارتی صحافی تلوین سنگھ (جو سکھ مذہب سے تعلق رکھتی ہے) سے دوسری شادی کی تھی۔ جس سے ان کا بیٹا آتش تاثیر پیدا ہوا۔ علماءِ کرام نے جب اس شادی کی شرعی حیثیت پر اعتراض کیا تو سلمان تاثیر نے علماءِ کرام کو جاہل، اُجڈ اور غیر تعلیم یافتہ قرار دیا۔ معروف ترقی پسند اور روشن خیال بھارتی صحافی خشونت سنگھ نے گورنر سلمان تاثیر کی نجی زندگی کے بارے میں جو انکشافات کیے ہیں، اُسے پڑھ کر آدمی حیرت کے سمندر میں گم ہو جاتا ہے۔ یہی حال شیری رحمان اور پرویز مشرف کے گرم مصالحوں کا ہے۔ انٹرنیٹ پر ان سب کی تصاویر کو ملاحظہ کریں اور خود سوچیں کس قماش کے لوگ ہمارے حکمران ہیں جو قانون توہینِ رسالت ﷺ کو ختم کرنے کی مذموم کوششوں میں مصروف ہیں۔ ۱۰ جنوری ۲۰۱۱ء کو سلمان تاثیر کی بیٹی شہر بانو تاثیر نے ناموس رسالت ﷺ قانون کے مسئلہ پر اپنے والد کے موقف کی تائید کرتے ہوئے اس عزم کا اظہار کیا کہ اِن کے والد نے قانون توہین رسالت ﷺ کو ختم کرنے کے بارے میں جو سوچا تھا، وہ اب ضرور شرمندۂ تعبیر ہوگا۔ اس نے مزید کہا کہ ان کے والد آئین کی اس شق کے بھی زبردست مخالف تھے جس میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا ہے۔ اِسی قبیل سے تعلق رکھنے والے بعض ناعاقبت اندیش نام نہاد دانشور آج کل حکومتی ایما پر مختلف ٹی وی چینلز پر سلمان تاثیر کا دفاع کرتے نظر آرہے ہیں۔ چند ٹکوں کی خاطر ناموسِ رسالت ﷺ کی مخالفت میں آخرت کا سودا کرنے والے ہمیشہ خسارے میں رہتے ہیں۔

تمہیں رسوا سرِ بازارِ عالم ہم بھی دیکھیں گے